خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ کی رسالت اور نبوت کے ثبوت پر قانون فطرت جو خدا کا فعل ہے گواہ ہے اور کتاب سابق کا علم بھی کافی گواہ ہے۔

محض الہام جب تک اس کے ساتھ فعلی شہادت نہ ہو ہرگز کسی کام کا نہیں

(آیات قرآنی، احادیث نبویہ، لغت و تفاسیر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے
اللہ تعالیٰ کی صفت الشہید اور الشاہد کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۳۱؍ مئی ۲۰۰۲ء بمطابق ۳۱؍ ہجرت ۱۳۸۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -
الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - ملٰك يوم الدين- إياك نعبد و إياك نستعين -
اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

پچھلے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت اَلشَّھِیْد اور اَلشَّاھِد کے کچھ معانی بیان کئے گئے تھے۔ آج اس کے بعض معانی کا ذکر کیا جائے گا جو کہ عربی لغت کی مشہور کتاب لسان العرب کے مصنف نے تحریر کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: اَلشَّھِیْد اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور اَلشَّھِیْد ایسی ہستی کو کہتے ہیں جس کے علم سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو۔ کسی بھی چیز کا علم رکھنے والے کو اَلْعَلِیْم کہتے ہیں۔ اگر یہ علم باطنی علوم کے بارہ میں ہو تو ایسی ہستی کو اَلْخَبِیْر کہیں گے اور اگر یہ علم صرف ظاہری امور سے متعلق ہو تو ایسی ہستی کو اَلشَّھِیْد کہتے ہیں۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ اَلشَّاھِد ایسے صاحب علم کو کہتے ہیں جو اپنے معلوم علم کی بنا پر بات کرتا ہے اور اَلشَّھَادَۃ قاطع اور یقینی خبر کو کہتے ہیں اور شَھِدَ شَاھِدٌ عِنْدَالْحَاکِمِ کے معنے ہیں اس نے قاضی کے سامنے اس بات کا بیان دیا جو وہ جانتا ہے۔

اَلشَّاھِد اور اَلشَّھِیْد کا مطلب ہے حاضر اور موجود۔ اس کی جمع شہداء آتی ہے۔

﴿فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ﴾ کا مطلب ہے کہ جو تم میں سے اس ماہ میں حاضر اور موجود ہو (اور مسافر نہ ہو) تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔

لسان العرب کے مصنف مزید لکھتے ہیں کہ:-

شہید خدا کے رستہ میں مارے جانے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح شہید کا ایک معنی "زندہ" کے بھی ہیں یعنی وہ اپنے ربّ کے حضور زندہ ہیں۔ فرمایا ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ﴾ گویا ان کی روحیں زندہ ہونے کی حالت میں دار السلام میں حاضر کر دی گئی ہیں جبکہ دوسروں کی ارواح کا وہاں جانا قیامت کے دن تک مؤخر ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ فرشتے اُس کے جنت میں جانے پر گواہ ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے اس لئے اُسے شہید کہنے سے مراد ہے کہ گویا وہ حاضر اور موجود ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کیونکہ رحمت کے فرشتے اُس کے ساتھ ہیں اس لئے اُسے شہید کہا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرتے دم تک خدا تعالیٰ کے حق میں سچی گواہی پر قائم رہنے کی وجہ سے اسے شہید کہا گیا ہے۔ (لسان العرب)

عرف عام میں جسے شہید کہتے ہیں اور جس کی طرف "لسان العرب" کی اس لغوی بحث کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، اب اُنہی معنوں کی مزید وضاحت کے لئے چند احادیث پیش کرتا ہوں جن کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی صفت "الشہید" اور "الشاھد" کا حسب سابق مزید ذکر کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ مسند احمد بن حنبل میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء، باب جنت کے قریب ایک شفاف اور چمکتے ہوئے دریا کے کنارے، ایک گنبد نما محل میں ہونگے۔ ان کا رزق ان کے پاس جنت میں سے صبح و شام آئے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص بھی جس کی اللہ کے ہاں کوئی نیکی (محفوظ) ہوتی ہے، جب وہ مرتا ہے تو دوبارہ دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا سوائے شہید کے۔ شہید اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ لوٹ کر جائے اور پھر مارا جائے۔ اور وہ یہ خواہش اس فضیلت کی بناء پر کرتا ہے جو وہ درجہ شہادت میں دیکھتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین)

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے دین کی خاطر مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ (ترمذی۔ کتاب الدیات)

حضرت سَہْل بن اَبُو اُمَامَہ بِنْ سَہْلِ بن حُنیف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص صدقِ دل سے شہادت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے شہداء کے مراتب تک پہنچا دیتا ہے خواہ وہ اپنے بستر پر ہی جان دے۔
(مسلم، کتاب الامارۃ)

﴿وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا. قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ. وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ﴾ (سورۃ الرعد: ۴۴)۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں ہے۔ تُو کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے اور وہ بھی (گواہ ہے) جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

حضرت عبدالمَلِک بن عُمَیر اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ آپؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے آپ سے آنے کا سبب دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا کہ میں آپ کی مدد و نصرت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: (یہ بات ہے تو) پھر باہر نکلو اور محاصرہ کروانے والے لوگوں کو یہاں سے دور کرو کیونکہ تمہارا باہر رہ کر میری مدد کرنا یہاں میرے پاس اندر ٹھہرنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر لوگوں کے پاس گئے۔ اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! جاہلیت میں میرا نام فلاں تھا۔ پھر رسول

اللہ ﷺ نے میرا نام عبداللہ رکھا اور میرے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں آیات بھی نازل ہوئی ہیں مثلاً آیت کریمہ ﴿وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُم إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ﴾۔

ترجمہ: حالانکہ بنی اسرائیل میں سے بھی ایک گواہی دینے والے نے اس کے مثیل کے حق میں گواہی دی تھی پس وہ تو ایمان لے آیا اور تم نے استکبار کیا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور میرے بارہ میں یہ آیت بھی نازل ہوئی ﴿قُلْ كَفٰى بِا للّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَاب﴾ (یعنی تو کہہ دے، اللہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے اور وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے)۔

(پھر آپ نے فرمایا): خدا کی ایک تلوار تمہارے بارہ میں ابھی تک میان میں ہی ہے اور فرشتے تمہارے اس ملک میں جس میں کہ تمہارا نبی مبعوث ہوا تھا، تمہارے ساتھ ہیں۔ پس اس شخص (حضرت عثمانؓ) کے قتل کے بارہ میں خدا خوفی سے کام لو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو ضرور تم اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو بھگا دو گے اور خدا کی اُس تلوار کو جو میان میں ہے، باہر کھینچ لاؤ گے۔ پھر قیامت کے دن تک وہ میان میں نہیں جائے گی۔ اس پر محاصرہ کرنے والوں نے کہا کہ اس یہودی کو قتل کردو اور عثمانؓ کو بھی۔

(سنن ترمذی کتاب التفسیر)

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ الرعد کی آیت ﴿قُلْ كَفٰى بِا للّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَاب﴾ (الرعد:۴۴) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم رسول (قریش مکہ) کی طرف سے جنہوں نے رسولؐ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کر دیا ہے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو طرح ان پر حُجّت قائم کی ہے۔ (۱) نبی ﷺ کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت اور اس شہادت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات ظاہر فرمائے جو نبی ﷺ کے دعویٰ رسالت کی صداقت کا موجب بنے اور معجزات کا ظہور اللہ تعالیٰ کی شہادت کا بلند ترین مرتبہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

" ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ اپنی صداقت میں اللہ کی نصرت کی گواہی پیش کی ہے کہ باوجود کوئی جتھا وغیرہ نہ ہونے کے مَیں کامیاب ہوں گا۔ دوم: تمام اہل کتاب اپنی اپنی کتابوں سے اس کی تعلیم کا مقابلہ کرلیں کہ کیسی جامع اور اعلیٰ تعلیم ہے۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۱۳/جنوری ۱۹۱۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"محمد رسول اللہ ﷺ کے اثباتِ نبوت پر قرآن ہدایت کرتا ہے اور سکھلاتا ہے کہ منکروں کو یہ جواب دو:

﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾۔ کیا معنی؟ کہ محمدؐ کی رسالت اور نبوت کے ثبوت پر قانونِ فطرت جو خدا کا فعل ہے گواہ ہے۔ کیونکہ مذہب خدا کا قول اور قانونِ قدرت باری تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور لازم ہے کہ باری تعالیٰ کے فعل اور قول دونوں باہم متوافق ہوں۔ اور کتاب سابق کا علم بھی کافی گواہ ہے۔ سابق کتب کے علماء دو طرح گواہ ہیں۔ اوّل اس طرح کہ ان سے کتب سابقہ کو سیکھ کر ہم خود محمدیؐ بشارات کو کتب سابقہ سے نکالیں۔

دوم اس طرح پر کہ جس طرح وہ اپنے انبیاء اور رُسل کی نبوت اور رسالت کو ثابت کریں اسی طرز پر ہم بھی نبوت اور رسالت محمد عربیؐ کو ثابت کریں۔ جس قدر انبیاء کی نبوت کے ثبوت دنیا میں لوگوں کے پاس ہیں، اس کی نظیر کے کُل ثبوت اور قانونِ قدرت سے موافقت کا بھاری ثبوت محمد عربیؐ کی نبوت اور رسالت کے واسطے موجود ہے۔

ایک لطیف امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسماء کا ترجمہ مضامین کو سخت دقّت میں ڈالتا ہے اور اہل کتاب کی عام عادت ہے کہ اسماء کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر کو متن سے ملا دینا بڑا عیب ہے کیونکہ تفسیر مفسّر کا خیال ہوتا ہے جس میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال قوی ہے۔ بشارات میں یہ نقص نہایت مضر ہوا۔ محمدیؐ بشارت جیسے سلیمان کی غزل الغزلات میں ہے۔ اگر اس میں لفظ "محمدیم" کا ترجمہ نہ کیا جاتا تو کیسی صاف تھی۔"

(فصل الخطاب۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۱۴، ۱۵)

"محمدیم" کا جو ترجمہ کرتے ہیں وہ جمع میں کرتے ہیں یعنی کئی محمدؐ۔ حالانکہ عزت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کا نام واحد کی بجائے جمع میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ان (پہلی) کتابوں سے اجتہاد کرنا حرام نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿شَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِيْ إِسْرَآءِيْلَ﴾ اور پھر فرمایا ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ......﴾ جب آنحضرت ﷺ کی نبوت کے ثبوت کے لئے ان کو پیش کرتا ہے تو ہمارا ان سے اجتہاد کرنا کیوں حرام ہو گیا؟"

(الحکم۔ جلد ۱۰۔ نمبر ۴۱۔ بتاریخ ۳۰/نومبر ۱۹۰۶ء۔ صفحہ ۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو کہ قول بغیر فعل کے کچھ چیز نہیں اور یہ آیت کہ ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ اس میں ایک عجیب نکتہ ہے یعنی اگر خدا میری گواہی دیتا ہے تو مانو ورنہ نہ مانو۔"

(الحکم۔ جلد ۱۱۔ نمبر ۴۱۔ بتاریخ ۱۷/نومبر ۱۹۰۷ء۔ صفحہ ۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"دیکھو آنحضر ﷺ نے جو صاحبِ وحی ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو وہ بے نشان نہیں تھا۔ کافروں نے جب ثبوت مانگا تھا کہ آپ کی وحی کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل کیا ہے تو اُن کو جواب دیا گیا تھا: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ یعنی یہ لوگ کہتے ہیں کہ تُو خدا کا رسول نہیں۔ ان کو کہہ دے کہ میرے پاس دو گواہیاں ہیں۔ ایک تو اللہ کی کہ اس کے تازہ تازہ نشانات میری تائید میں ہیں اور دوسرے وہ لوگ جن کو کتاب اللہ کا علم دیا گیا ہے وہ بتا سکتے ہیں کہ مَیں سچا ہوں۔"

(الحکم۔ جلد ۱۱۔ نمبر ۴۱۔ بتاریخ ۱۷/نومبر ۱۹۰۷ء۔ صفحہ ۱۳)

سورۃ الاسراء آیت ۹۷ ﴿قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا﴾۔ تو کہہ دے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر کافی ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے ہمیشہ باخبر (اور ان پر) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

علامہ فخرالدین رازیؒ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ﴿قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا﴾۔ (بنی اسرائیل :۹۷) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ارشادالٰہی ﴿قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ﴾ میں یہ بات مخفی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب میرے دعویٰ کے موافق معجزہ ظاہر فرمایا تو اس معجزے کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری صداقت کی گواہی تھی۔ اور جس کی صداقت پر اللہ تعالیٰ گواہی دے تو وہ سچا ہے۔ (تفسیر کبیر رازیؒ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"﴿کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا﴾: خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کا فیصلہ کرے گی۔ چنانچہ آخر آپؐ کی امت مظفر و منصور ہوگی۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپؐ ہی حق پر تھے۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۳/مارچ ۱۹۱۰ء)

سورۃ الانبیاء آیت ۷۹: ﴿وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ اِذۡ یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ اِذۡ نَفَشَتۡ فِیۡہِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ ۚ وَ کُنَّا لِحُکۡمِہِمۡ شٰہِدِیۡنَ﴾۔ اور داؤد اور سلیمان (کا بھی ذکر کر) جب وہ دونوں ایک کھیت کے متعلق فیصلہ کر رہے تھے جبکہ اس میں لوگوں کی بھیڑ بکریاں رات کو چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کی نگرانی کر رہے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"﴿یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ﴾ : وہ فیصلہ نہ قرآن میں مذکور ہے نہ حدیث میں۔ ہمیں ضرورتِ تفتیش نہیں۔" (تشحیذالاذہان۔ جلد ۸۔ نمبر ۹۔ صفحہ ۳۶۷،۳۶۸)

اب یہ جو ﴿یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ﴾ کا معاملہ ہے یہ قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ وہ کیا تھا۔ ﴿یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ﴾ کا تو پتہ ہے لیکن کس بات میں وہ فیصلہ ضبط کر رہے تھے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اس بارے میں خاموش رہنا چاہئے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ذکر نہیں فرمایا کہ وہ کیا فیصلہ کیا تھا، وہ جھگڑا کیا تھا، ہمیں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہئے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ الصّٰبِـِٕیۡنَ وَ النَّصٰرٰی وَ الۡمَجُوۡسَ وَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا ٭ۖ اِنَّ اللّٰہَ یَفۡصِلُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ﴾ (سورۃ الحج: ۱۸)۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اللہ ضرور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اہل اسلام جو ایمان لائے ہیں جنہوں نے توحید خالص اختیار کی اور یہود جنہوں نے اولیاء اور انبیاء کو اپنا قاضی الحاجات ٹھہرا دیا اور مخلوق چیزوں کو کارخانۂ خدائی میں شریک مقرر کیا اور صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور نصاریٰ جنہوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اور مجوس جو آگ اور سورج کے پرستار ہیں اور باقی تمام مشرک جو طرح طرح کے شرک میں گرفتار ہیں خدا ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ خدا ہر ایک چیز پر شاہد ہے اور خود مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا کچھ پوشیدہ بات نہیں۔" (براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۲۴،۵۲۵۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

﴿قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ شَہِیۡدًا ۚ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ (سورۃ العنکبوت: ۵۳)۔ تُو کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے۔ وہ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لے آئے اور اللہ کا انکار کر دیا یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

علامہ فخرالدین رازیؒ سورۃ العنکبوت کی آیت ﴿قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ شَہِیۡدًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ شَہِیۡدًا﴾۔ جب آنحضور ﷺ کی رسالت واضح ہوگئی اور آپ کے دلائل کھل کر سامنے آگئے اور اہل کتاب میں سے دشمن آپ پر ایمان نہ لائے اس وقت آپ نے اس انداز کو اختیار فرمایا کہ جب ایک سچے کو اس کی طرف سے صداقت کے تمام دلائل دینے کے باوجود جھٹلایا جائے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے تو وہ کہتا ہے اللہ میری صداقت کو جانتا ہے اور اے معاند! تیری تکذیب کو بھی وہ جانتا ہے اور جو مَیں کہہ رہا ہوں اس پر وہ گواہ ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ یہ سارا کلام انذار اور خوف دلانے اور تاکید کے لئے ہے۔

(تفسیر کبیر رازیؒ)

سورۃ الاحزاب آیت ۵۶ ﴿لَا جُنَاحَ عَلَیۡہِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِہِنَّ وَ لَاۤ اَبۡنَآئِہِنَّ وَ لَاۤ اِخۡوَانِہِنَّ وَ لَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِہِنَّ وَ لَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِہِنَّ وَ لَا نِسَآئِہِنَّ وَ لَا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُنَّ ۚ وَ اتَّقِیۡنَ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدًا﴾۔ ان (نبی کی بیویوں) پر اپنے باپوں کے معاملہ میں کوئی گناہ نہیں نہ اپنے بیٹوں کے معاملہ میں، نہ اپنے بھائیوں کے معاملہ میں، نہ اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے معاملہ میں، نہ اپنی بہنوں کے بیٹوں کے معاملہ میں، نہ ہی اپنی (یعنی مومن) عورتوں کے بارہ میں، نہ ان کے بارہ میں جو ان کے زیرنگیں ہیں اور (اے ازواج نبی!) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

سورۃ سبا آیت ۴۸: ﴿قُلۡ مَا سَاَلۡتُکُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَہُوَ لَکُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ﴾۔ تُو کہہ دے جو بھی میں تم سے اجر مانگتا ہوں وہ تمہاری ہی خاطر ہے۔ میرا اجر تو اللہ کے سوا کسی پر نہیں اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "مَیں اپنے بعد تمہارے بارہ میں جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں ایک دنیا کی سرسبزی اور زیب و زینت ہے"۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا خیر، شر بھی لے کر آئے گی؟۔ رسول کریم ﷺ خاموش رہے۔ اس پر اس شخص سے کہا گیا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے۔ تم رسول کریم ﷺ سے بات کر رہے ہو جبکہ وہ تمہاری بات کا جواب ہی نہیں دے رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے محسوس کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپؐ نے پسینہ صاف کیا اور فرمایا: یہ سوال کرنے والا (کہاں ہے؟) گویا کہ آپؐ نے اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: "خیر، شر کو لے کر نہیں آئے گی۔ بلکہ بات یہ ہے کہ موسم بہار میں اگنے والی جڑی بوٹیوں میں بعض ہلاک کرنے والی یا قریباً قریباً قتل کرنے والی ہوتی ہیں، سوائے اس کے کہ کوئی مویشی صرف سبزہ وغیرہ ہی کھانے والا ہو تو وہ کھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں تو پھر وہ سورج کی طرف منہ کر کے لیٹ جاتا ہے اور گوبر اور پیشاب کرتا ہے اور اس

کے بعد پھر چرتا ہے۔ یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے اور یہ اس مسلمان کا بہترین دوست ہے۔ جو اس میں سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو بھی دے، یا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور جو اسے ناحق طور پر لے گا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کہ کھاتا تو ہے مگر سیر نہیں ہوتا اور یہ (مال) قیامت کے دن ایسے شخص پر شہید ہوگا (یعنی اس کے خلاف گواہی دے گا)۔

(مسلم کتاب الزکوۃ)

سورۃ فُصّلت آیت ۵۴ ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ . اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾۔ پس ہم ضرور انہیں آفاق میں بھی اور اُن کے نفوس کے اندر بھی اپنے نشانات دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر خوب کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ کیا تیرے ربّ کو یہ کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر نگران ہے؟

سورۃ الاحقاف آیت ۹: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ . قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا . هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ . كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ . وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اِس نے اُسے افترا کیا ہے؟ تُو کہہ دے اگر میں نے یہ افترا کیا ہوتا تو تم اللہ کے مقابل پر مجھے بچانے کی کوئی طاقت نہ رکھتے۔ جن باتوں میں تم پڑے ہوئے ہو وہ انہیں سب سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے اور وہی بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ سے یہ مراد ہے کہ تم وحی الٰہی پر جرح قدح کرنے کے لئے اور اس کی آیات کے بارہ میں طعن و تشنیع کرنے کے لئے بھاگ بھاگ کر آتے ہو اور نبی ﷺ کو جو کبھی ساحر کہتے ہو اور کبھی فریب خوردہ۔ اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

﴿كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری صداقت کی گواہی دیتا ہے اور تمہارے خلاف تمہارے جھٹلانے اور انکار کرنے پر گواہی دیتا ہے اور علم کا ذکر کرنے پر اور شہادت کے بیان سے مقصود ان کے لئے ان کے طعن و تشنیع اور سب و شتم پر قائم ہونے کی وجہ سے وعید ہے۔ (تفسیر کبیر رازیؒ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”محض الہام جب تک اس کے ساتھ فعلی شہادت نہ ہو، ہرگز کسی کام کا نہیں۔ دیکھو جب کفار کی طرف سے اعتراض ہوا ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ تو جواب دیا گیا ﴿كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ یعنی عنقریب خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کو ثابت کر دے گی۔ پس الہام کے ساتھ فعلی شہادت بھی چاہیئے۔ دیکھو گورنمنٹ جب کسی کو ملازمت عطا کرتی ہے تو اس کے وجاہت کے سامان بھی مہیا کر دیتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں وہ توہین عدالت کے جرم میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو ماموران الٰہی کے مقابلہ پر آتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں“۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۷۔ بتاریخ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)